... میں ان کا ذکر ضرور کرتے تھے۔ ان کی تقریریں مداہنت اور خوشامدانہ ... سے خالی تھیں اسی وصف کی بنا پر حکومت نے علماء میں ان پر اعتماد کیا ... نازک ترین موقعوں پر حکومت کے اجلاس یا ریڈیو سے انھوں نے قوم و ملت کی نمائندگی کی۔ لیکن نہ اپنی انفرادیت اور اسلامیت کا سودا کیا۔ اور نہ اس پر کوئی آنچ آنے دی۔ مولانا کی سینکڑوں ریڈیائی تقریریں خودداری اور مقبولیت کی ... مثال ہیں جنھیں انتقال سے سال بھر پہلے ندوۃ المصنفین نے "منارِ صدا" کے نام سے شائع کیا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ نشری تقریریں منارِ صدا کے ساتھ صدائے منار بھی ہیں۔ یہ تقریریں وقت کی پکار غمِ دوراں کا علاج، سرمایۂ تسکین ... تاریک راہوں میں شعاعِ امید، مایوسیوں میں حوصلہ بخش۔ دیدہ و دل کے لیے فسانۂ ... عبرت۔ ہندوستان کے بزرگوں کی دل افروز داستان مسلمانوں کی قربانیوں کا سچا تذکرہ، جمہوریت کی سچی تعبیر، زخموں کے لیے مرہم۔ پیاسی روحوں کے لیے آبِ زلال۔ ... چین انسانیت کے لیے سامان سرور۔ اور پورے ملک کے لیے ان مٹ لازوال ... نقوش ہیں جسے مفتی صاحب نے دردِ دل اور نورِ ضمیر کی آمیزش سے ملک کے سارے ... باسیوں کے سامنے پیش کیا ہے، قرطاس و قلم کے ساتھ زبان و خطابت کی دنیا میں ... مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کا وہ دلپذیر اور جامع عطیہ ہے جس پر اسلامیانِ ہند کا سر ... فخر سے ہمیشہ اونچا رہے گا۔

مفتی صاحبؒ کی قد آور، اور مقبول ترین شخصیت کی عظمت کا دل پر اس وقت ... گہرا اثر ہوا۔ جب دو پڑوسی ملک ایک دوسرے سے برسرِپیکار تھے۔ ان دنوں میں ... ملت کے چند طلبہ کو لے کر انٹرویو کے لیے دلی گیا ہوا تھا، ہند و پاک مختلف محاذ ... جنگ میں مصروف تھے۔ مسلمانوں کے لیے زندگی اجیرن بنی ہوئی تھی۔ بے چارے ... ان تقسیم کا طعنہ سن رہے تھے، دل افراہوں کی آماجگاہ اور میدان بنا ہوا تھا۔

دیر بعد مرحوم بھی دوبارہ مولانا کی دعوت پر معہد ملت کے جلسہ تقسیم اسناد اور تقریب ختم بخاری میں بھی تشریف لا چکے ہیں۔ یہ ان کی خورد نوازی تھی کہ ہم نیازمندوں پر شفقت کی نظر رکھتے تھے۔ مولانا نعمانی صاحب کی علمی اور دینی سرگرمیوں کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتے تھے، تعلیمی امور میں مفتی صاحب نے معہد ملت کو ہمارا شہر کا ندوہ بتاتے ہوئے اس کی ترقی کے لیے دعائیں بھی دی ہیں۔ مولانا نعمانی صاحب نے بھی مفتی صاحب کی شخصیت اور صلاحیت سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر نہیں رکھی۔ ہند پاک جنگ کے وقت جب نعمانی صاحب گرفتار ہوئے تو ان سطروں کے راقم نے مفتی صاحب کو بذریعہ تار گرفتاری کی اطلاع دی، مرحوم نے یہ اطلاع پاتے ہی کہ مولانا گرفتار ہو گئے فوراً شاستری حکومت کو یاد دلایا کہ نعمانی صاحب جیسے نیشنلسٹ مسلمان کی گرفتاری جمہوریت کی پیشانی پر بدنما داغ ہے۔ مفتی صاحب کی کوششیں رنگ لائیں۔ اور مولانا نعمانی صاحب سب سے پہلے رہا ہوئے۔ رہائی کے وقت مرحوم نے مجھے جو خط لکھا تھا اس سے دونوں بزرگوں کے گہرے روابط کا پتہ چلتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

السلام علیکم! گرامی نامہ ملا۔ نہایت مسرت ہوئی ہم لوگ مولانا کی گرفتاری سے کافی پریشان تھے ممکن کوشش بھی کر رہے تھے۔ جیسے ہی آپ کا خط پہنچا سعی میں لگ گئے تھے۔ ہمایوں کبیر صاحب نے بھی اس سے دلچسپی لی تھی۔ نند اجی کو بھی لکھا گیا تھا۔ بہت اچھا ہوا آپ نے بروقت اطلاع کر دی ورنہ شاید کل پرسوں میں نندا جی سے ملاقات کا پروگرام تھا یہاں میر مشتاق احمد صاحب نے بھی چند ناموں کی سفارش کی تھی۔ ان میں ایک نام مولانا کا تھا۔ بیشک حارث صاحب، فقیہ صاحب اور عابد صاحب نے بھی پوری کوشش کی ہوگی عابد بھائی خاص طور پر متمد ہیں۔ مولانا سے سلام کہیے اور مبارکباد دیجیے۔ ساتھیوں کا کیا ہوا توقع ہے کہ وہ بھی رہا ہو گئے ہوں گے حکام کو بہرحال ایسا غیر محتاط قدم نہیں اٹھانا چاہیئے اس سے عام مسلمانوں پر سخت ناگوار اثر پڑتا ہے آپ کے پہلے خط کے جواب میں ضرورت سے زیادہ تاخیر ہوگئی معذرت خواہ ہوں، یقین ہے کہ آپ سب احباب بخیر و عافیت ہونگے، ان تینوں طلبہ کو بھی سلام پہنچے۔ عتیق الرحمن عثمانی۔

مفکر ملت
مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ

محمد سعید الرحمٰن شمس، مدیر نصرۃ الاسلام کشمیر۔

ہندوستان کی یہ سرزمین ہمیشہ سے مردم خیز رہی ہے اور اس سرزمین نے ہر دور میں علماء وصلحاء اور صوفیاء کو جنم دیا ہے، اس کی آب و ہوا میں مذہب سے دلچسپی اور نیکی کا جذبہ غالب رہا ہے۔ بڑے نامور اہل علم پیدا ہوئے اور انہوں نے ملک و ملت کی زرین خدمات انجام دیں، اور مذہب اور علم کو سرفرازی بخشی، انہی ممتاز علماء اور اہل علم میں مفکر ملت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ بھی تھے۔ جن کی ذات اور نام پر بجا طور پر ملک و ملت کو ناز تھا۔ اپنی بعض خصوصیات علمی اور ذہنی کی وجہ سے عوام و خواص میں مقبول تھے۔ اور دانشوران ملک و ملت ان کو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور بلاشبہ ملک و ملت کی طرف سے وہ اس امتیاز خاص کے مستحق بھی تھے۔

آپ کے دادا مولانا فضل الرحمٰن بانیان دارالعلوم دیوبند کی صف اول میں برابر کے شریک تھے۔ اور ساتھ ہی اپنے وقت کے مشہور عالم دین تھے۔ اور حکومت کے محکمہ تعلیمات کے ایک افسر اعلیٰ تھے، انہوں نے اپنی تمام اولاد کو علم دین کی تعلیم دلائی اور وہ اپنے زمانے کے قابل ذکر علماء میں امتیازی شان کے مالک بھی ہوئے۔ عارف باللہ حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ آپ کے بڑے فرزند تھے، جنہوں نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی اور ۱۳۳۸ھ میں دارالعلوم کے منصب افتاء پر فائز کئے گئے اور اس وقت سے لے کر ۱۳۴۶ھ تک تنہا کار افتاء انجام دیتے رہے بعد کے نت دہلی کی

تعداد لاکھوں میں ہے۔

ہمارے ممدوح مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ انہی کے فرزند ارجمند تھے، اہل علم خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ اور علماء و صلحاء کی گود میں پل کر جوان ہوئے اور علم و عمل سے آراستہ ہوئے حافظ قرآن بھی تھے۔ اور عالم دین بھی، مشہور محدث حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے تلمیذ رشید تھے، فراغت کے بعد دارالعلوم کے استاذ ہوئے اور اس کے ساتھ اپنے والد محترم کے ساتھ افتاء کی مشق کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو ذہانت و ذکاوت کی وافر دولت سے نوازا ہے، مفتی صاحبؒ اپنے خاندان میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ بعد میں اپنے استاذ محترم علامہ کشمیریؒ کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل منتقل ہوگئے، اور وہاں آپ نے اونچی کتابوں کا کامیابی کے ساتھ درس دیا اور اسی کے ساتھ کارِ افتاء آپ کے سپرد کیا گیا۔ آپ نے اس خدمت کا بھی پورا حق ادا کیا۔ حکومت برطانیہ کے خلاف جب ایک فتویٰ آپ کا شائع ہوا، تو ارباب مدرسہ نے آپ پر پابندی عائد کی کہ فتاویٰ ارباب اہتمام کی نظر سے گذر کر باہر جائیں۔ یہ بات آپ پر بارگذری اور اسے علمی خودداری اور منصب افتاء کے منافی سمجھا، اور ایسے بددل ہوئے کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے علیحدگی اختیار کرلی، اور شاید عزم کرلیا کہ اس طرح کی ملازمت کبھی نہیں کرنی ہے۔

اس کے بعد عرصہ تک کلکتہ میں درس قرآن دیتے رہے، پھر "ندوۃ المصنفین" کا نقشہ ترتیب دیا۔ اپنے احباب کو معاونت پر تیار کیا۔ اور ۱۹۳۸ء میں دہلی آکر ندوۃ المصنفین کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کے ساتھ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا سعید احمد اکبرآبادی، مولانا قاضی زین العابدین، مولانا حامد الانصاری غازی جیسے ممتاز علماء جمع ہوگئے، اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کردیا گیا۔ اس ادارہ سے ایک ماہوار علمی پرچہ "برھان" کے نام سے نکالا۔

پہلے سال جب ندوہ کی کتابیں چھپ کر منظر عام پر آئیں تو پورے ملک میں ندوۃ المصنفین

دنیا کی دھوم مچ گئی۔ بالخصوص علماء دیوبند میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی کہ یہ پہلا تصنیفی ادارہ تھا جس کا عمل عمل میں آیا۔ "ندوۃ المصنفین" دہلی سے مفتی صاحب کی زندگی میں سیکڑوں علمی اور تحقیقی کتابیں شائع ہوئیں۔ جن کو علمی دنیا میں بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ ان میں بہت ساری کتابیں ایسی ہیں جو اپنے مضمون میں اس وقت پہلی کتاب سمجھی گئی۔ اور بلا تمیز جدید وقدیم تعلیم یافتہ سبھوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور ان کے مطالعہ سے بہرہ ور ہوتے اور ان کے علم میں اس نئی تحقیق سے اضافہ ہوا۔

بہت سارے مصنفین ایسے بھی ابھر کر سامنے آئے جو اپنے ذوق وشوق کے لحاظ سے ممتاز تھے، لیکن اپنی تصنیفات کے شائع نہ ہونے کی وجہ سے گمنامی کے پردے میں روپوش تھے۔ مفتی صاحب کی قدردانی اور علم نوازی کی وجہ سے ان کی کتابیں چھپ کر منظر عام پر آئیں۔ اور ان کتابوں کے گمنام مصنفین سے ملت کے ارباب علم وفہم روشناس ہوتے اور ان مصنفین میں آگے بڑھنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا ہوا کوئی شبہ نہیں اگر "ندوۃ المصنفین" دہلی سے ان کی تصنیفات شائع نہ ہوتیں تو شاید ان کو کوئی نہ جانتا، اور ان کے حوصلے پست ہو جاتے۔ مفتی صاحب کی یہ خدمت تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو اس خدمت دینی وعلمی کا بہت بہت صلہ عطا فرمائیں۔

مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ میں جہاں علم وفن کی خدمت کا بھرپور جذبہ تھا وہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیاسی بصیرت اور ملک کی خدمت کا بھی ذوق عطا کیا تھا، اوپر گذر چکا ہے کہ مفتی صاحب نے ملازمت سے سبکدوشی اس لئے حاصل کی تھی کہ انھوں نے انگریزی حکومت کے خلاف اور کانگریس کی حمایت میں فتویٰ دیا تھا اور اس کی وجہ سے ارباب مدرسہ نے ان پر پابندی عائد کی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد ہمیشہ اسی صف سے وابستہ رہے جو انگریزی حکومت کے خلاف صف آرا تھا۔ اور ملک کی آزادی کے لئے جد وجہد کر رہا تھا۔

ملک کی آزادی کے بعد جب دہلی میں آگ و خون کی بارش ہو رہی تھی آپ میدانِ عمل میں نکل آئے۔ مولانا آزاد اور مولانا حفظ الرحمٰن کے ساتھ اس وقت ملت کی حفاظت کے لئے اپنا آرام و چین بھول گئے۔ حالانکہ اسی آگ فتنہ و فساد نے آپ کا محبوب ادارہ "ندوۃ المصنفین" جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ اور لاکھوں کتابوں کا قیمتی اسٹاک برباد ہو چکا تھا۔ بایں ہمہ آپ نے ہمت نہیں ہاری اور بال بچوں کو دوسرے محلہ میں منتقل کر کے ملک و ملت کی آبرو بچانے کی خاطر سرگرداں دہلی کی گلی کوچوں میں پھرتے رہے۔ اس زمانہ میں بارہ بارہ گھنٹے آپ کام کیا کرتے تھے اور آگ و خون کے سیلاب میں چل پھر کر لوگوں کی خدمت انجام دیتے رہے۔

مفتی صاحب سیاسی میدان میں حربی واقع ہوئے تھے۔ کسی سے دبنا نہیں جانتے تھے... بڑے بڑے غیر مسلم لیڈروں کو غلط اقدام پر برملا ٹوک دیا کرتے تھے۔ "مرارجی ڈیسائی" سابق وزیر اعظم ہند ایک مسلم اجتماع میں مسلمانوں پر احسانات جتانے لگے اور ساتھ ہی دھمکیاں بھی دینے لگے تو مفتی صاحب سے برداشت نہیں ہو سکا۔ آپ نے بھرے جلسہ میں اٹھکر فرمایا،

> "مرارجی بھائی! آپ تو گویا اس ملک کے بادشاہ ہیں جو اپنی پسند اور مرضی پر مسلمانوں کو چلنے کا فرمان سنانے آئے ہیں، آپ کو یہ بات پسند نہیں وہ بات پسند نہیں۔ یہ بات آپ گوارہ نہیں کر سکتے، وہ بات آپ برداشت نہیں کر سکتے۔ آپ ہیں کیا؟ جو مسلمان آپ کی مرضی، آپ کی پسند اور آپ کے فرمان کی تعمیل پر اپنے آپ کو مجبور سمجھیں"۔
>
> (برہان مفکرِ ملت نمبر)

جب تک مولانا حفظ الرحمٰن زندہ رہے جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ رہے اور اس جماعت کے مشیر خصوصی کی حیثیت رکھتے تھے۔ راورکیلا کے فسادکے بعد جب "مسلم مجلس مشاورت" قائم ہوئی تو آپ نے ڈاکٹر محمود صاحب کے ساتھ مل کر کام کیا اور ایک وفد کے ساتھ پورے ملک کا دورہ کیا۔ ہندو مسلم اتحاد کی تلقین کی اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بعد مجلس مشاورت

کے صدر قرار پائے تھے۔ اور اخیر عمر تک اپنے اس عہدے پر قائم رہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کا جب کلکتہ میں پہلا اجتماع ہوا۔ حضرت مفتی صاحب اس میں بھی پیش پیش رہے اور اس کے اجلاس میں بڑی گرم تقریر کی۔ اور مسلم پرسنل لا کی اہمیت لوگوں پر واضح کی، اور آپ کے بعد پھر دوسرے مقررین نے بھی اسی انداز کی تقریریں کیں۔ مفتی صاحب دینی مسائل کے تحفظ و بقا پر جب بولتے تھے۔ مجمع دم بخود رہ جاتا تھا۔ اور پورے مجمع پر سکوت طاری ہو جاتا تھا۔

ایمرجنسی کے زمانہ میں مہدیان دھلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کی ایک میٹنگ تھی۔ مشہور یہ تھا کہ اراکینِ مجلس گرفتار کر لئے جائیں گے۔ فوج اس سے پہلے سے ترکمان گیٹ میں بھیجی جا چکی تھی۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دیو بند سے دہلی کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے کچھ بہی خواہوں نے دہلی جانے سے روکنا چاہا۔ مگر انہوں نے فرمایا بھائی: میں صدر ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے، وہاں سب لوگ جائیں اور میں موجود نہ رہوں، جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ مفتی ضیاء الحق دھلوی کو مہمانوں کی میزبانی سپرد تھی۔ وہ چھُپ چھُپ کر سارا انتظام کر رہے تھے، تمام اراکین و مدعو حضرات پہونچے۔

اس موقع پر سب سے پہلے حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب ہی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے جہاں اور باتیں فرمائیں، برملا کہا کہ یہ دین کا معاملہ ہے، ہم سب کو قطعاً گھبرانا نہیں چاہیئے، گرفتاری ہوئی تو میں سب سے پہلے اس کے لئے تیار ہوں۔ اور پھر سبھوں نے اظہار رائے کیا اور گرفتاری کے لئے اپنے کو پیش کیا میٹنگ دو گھنٹے سکون سے ہوئی تجویز لکھی گئی، اور پڑھی گئی مگر فورس نہیں پہونچی۔

مرشدی حضرت مولانا علی میاں مدظلہٗ نے لکھا ہے کہ مشاورت کے دورے کے موقع سے میں نے حکومت پر سخت تنقید کی۔ پنڈت سُندر لال جو شریک وفد تھے، انھوں نے میری تقریر پر سخت تنقید کی اور رات کے بعد صبح میں بھی کچھ بولتے ہی رہے۔ کسی نے ان کو نہیں ٹوکا۔ مگر صبح میں جونہی مفتی صاحب کے کان میں اُن کی آواز پہونچی تو پنڈت جی کو مخاطب

کسی نے کہا کہ حضرت [illegible] مولانا نے کیا بے جا بات کہی؟ آخر آپ اتنے گرم کیوں ہوئے [illegible]
سکوت [illegible] اور پھر زبان نہیں کھولی۔

حضرت سعید احمد اکبرآبادی نے ہی لکھا ہے کہ اس دورہ میں آخری تقریر مفتی صاحب کی ہوئی۔
انھوں نے فرمایا۔ صحیح آزادی اور جمہوریت وہ ہوتی ہے جس کا فیض یکساں طور پر
آبادی کے تمام عناصر اور ملک کے تمام فرقوں اور طبقوں کو پہونچے۔ پھر
مسلمانوں کو جو شکایتیں ہیں ان کا ذکر کیا پھر یہ اشعار پڑھے۔ ؎

بہار آئے اور اس شان کی بہار آئے	کہ پھول ہی نہیں کانٹوں پر بھی نکھار آئے
چمن چمن ہی نہیں جس کے گوشہ گوشہ میں	کہیں بہار نہ آئے اور کہیں بہار آئے

مفتی صاحب مرحوم بڑے خلیق، ملنسار اور باوضع عالم دین تھے۔ دھلی میں مفتی صاحب تمام لوگوں کے مرجع ہوتے تھے۔ سارے لوگ ان کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے، اور رہبر جماعت کے افراد ان کے نیک مشوروں سے مستفید ہوتے تھے۔ اسی کے ساتھ ساری سیاسی پارٹی والے ان کو اپنا مخلص جانتے تھے اور دراصل وہ سچے خیرخواہ تھے۔ سبھوں کو مشورے صحیح دیا کرتے تھے۔ عموماً خود گھر سے چائے لے کر آتے تھے۔ حالانکہ ملازمین موجود ہوتے، کھانے کا وقت ہوتا تو اپنے ساتھ بٹھاکر کھلاتے تھے۔

فقہ و فتاوی پر بڑی اچھی نظر تھی۔ کتابوں کے حوالے نوک برزباں ہوتے تھے۔ حالات زمانہ پر نظر رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس کی نظر حالاتِ زمانہ پر نہ ہو وہ فتویٰ دینے کا اہل نہیں ہے۔ ۱۹۵۰ء تک وہ استفتاروں کے جوابات باضابطہ لکھتے رہے، اور خواص ان کے نام استفتار بھیجتے رہے ہزاروں فتوے انھوں نے دھلی کے قیام کے زمانہ میں بھی دیئے ان کا رجسٹر ندوۃ المصنفین میں موجود ہے۔

۱۹۵۰ء کے بعد جب ندوۃ المصنفین کے انتظامی امور اور ملکی ہنگاموں کی دیکھ بھال میں منہمک ہوگئے، تو جوابات لکھنا بند کردیا، کوئی زیادہ اصرار کرتا تو لکھ دیا کرتے تھے۔ وہ فرمایا

سے ملاقات یا دارالعلوم دیوبند سے معلوم کریں۔ یوں تو اہل علم سے خط و کتابت میں مسائل کے متعلق خیالات کا اظہار کیا کرتے تھے اور کہنا چاہیے کہ ان کی علمی تحریر سے اچھی رہنمائی ہوا کرتی تھی، آپ کے خطوط بھی علمی ہوا کرتے تھے۔ چونکہ ہمیشہ اہل علم میں ہی وقت گذرتا تھا اس لیے بڑی علمی مناسبت تھی، ذہن ہر وقت حاضر رہتا تھا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریر و تحریر دونوں میں کمال رکھتے تھے۔ آپ کی تحریر کی طرح تقریر بھی مرتب و مہذب ہوا کرتی تھی، الفاظ اور جملے نپے تلے اور موثر ہوتے تھے۔ ریڈیائی تقریروں کا مجموعہ "منارِ صدا" کے نام سے شائع ہو چکا ہے اس کا مطالعہ کریں تو اندازہ ہوگا کہ زبان کس قدر پاکیزہ تھی۔ اور اس میں کیسی جاذبیت ہے۔

مفتی صاحب کی وضع داری بھی قابلِ ذکر ہے، جس سے ایک مرتبہ تعلقات قائم ہو جاتے تھے اس کو برابر نباہتے تھے۔ کبھی اس میں فرق آنے نہیں دیا کرتے تھے۔ ایسا با وضع آدمی کم دیکھنے میں آیا ہے، بارہا کا تجربہ ہے کہ جب بھی کوئی ملنے والا آتا آپ کے اخلاق اور ملنساری سے متاثر ہو کر اٹھتا، مزاج میں سادگی تواضع ادب بے تکلفی تھی۔ اپنے چھوٹوں پر بڑی شفقت فرماتے تھے، اور لکھنے پڑھنے والوں کی حوصلہ افزائی کا اللہ تعالیٰ نے خاص سلیقہ عطا فرمایا تھا۔

مفتی صاحب کا ذاتی کتب خانہ بڑا نفیس اور صاف ستھرا تھا۔ کتابوں کی جلدیں بہت عمدہ، مضبوط اور جاذبِ نظر ہوتی تھیں۔ الماریوں میں کتابیں سلیقہ سے لگی رہتی تھیں۔ یہاں سے نکالتے پھر اسی جگہ رکھا کرتے تھے۔ اس کتب خانہ میں مصلیٰ ہمیشہ بچھا رہا کرتا تھا اور عموماً وہ بند رہا کرتا تھا۔ عام لوگوں کا جانا آنا نہیں ہوتا تھا۔ مفتی صاحب اپنے معمولات کے زبردست پابند تھے۔ مگر عبادت و ریاضت میں ان کے یہاں نمائش قطعاً نہ تھی۔ نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کے البتہ عادی تھے، اس میں غیر حاضری نہیں ہوا کرتی تھی۔

آپ کے پدر بزرگوار حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی قدس سرہٗ ہندوستان کے